مغربی فکر میں روشن خیالی کا تصوّراور اسلامی نکتۂ نظر

عابدہ حیات☆

Abstract:

"Enlightenment is one of the modern concepts of the west. It started as a movement in 17th century as a result of renaissence. Basically, it was a movement of thoughts related to reason & religion and its main objective was positive and realistic thinking, contrary to that of old Catholic Church. But with the passage of time, this movement was shifted to anti-religion due to severe anger against Pope. Apposing the Church, the Protestents apposed the actual spirit of religion and thus enlightenment turned into secular one and liberal beyond limits.

Islam, being the religion of Nature, lays great stress on seeking knowledge as maximum possible so that one can be enlightened and broadminded to see and understand the things in right perspective. So realistically speaking, Islam is the oldest champion of enlightenment. But Islamic concept of enlightenment is quite different from that of western concept. Islam is the religion, which promotes humanbeing by developing spiritual and moral human values.

The following article is a comparative research analysis in the perspective of western concept of enlightenment in the light of Islamic point of view."

روشن خیالی (Enlightenment) مغرب کا متعارف کردہ تصوّر ہے، جو آزادخیالی (Liberalism) کے پس منظر میں بے قید فکری آزادی پر دلالت کرتا ہے۔اس تصوّر نے سترھویں اور

☆ایسوسی ایٹ پروفیسر،شعبۂ اسلامیات، گورنمنٹ کالج برائے خواتین مدینہ ٹاؤن فیصل آباد

اٹھارھویں صدی عیسوی کے مغربی معاشرے میں ظہور کیا اور ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی۔

Encyclopaedia of Brittanica کے مقالہ نگار نے لکھا ہے:

"The Enlgihtenment was a movement of thoughts and beliefs concerned with the intellectual concepts for God, reason and man that claimed wide assent among European intellctuals in 17th and 18th centuries. Although diverse in emphasis and interests of enlightenment attacked the established ways of European life and its connection that right reason would discover useful knowledge aspire to the conquest of man's happiness, through freedom"(1)

ترجمہ: (روشن خیالی خدا، عقل اور انسان کے بارے میں مفکرانہ تصورات پر مبنی ان افکار وعقائد کی تحریک تھی جو سترھویں اور اٹھارویں صدی عیسوی کے یورپی مفکرین میں مقبول ہوگا۔ اگر چہ اس تحریک کے ہونے سے جن مقاصد ومفادات پر زور دیا گیا ان میں اختلاف پایا گیا تاہم اس نے یورپی زندگی کے قدیم قائم شدہ نظام کو اس حوالے سے ہدف بنایا کہ عقل کا تقاضا ہے کہ انسانی مسرت کو آزادی سے حاصل کرنے کے لیے مفید علم کو دریافت کیا جائے)

ایم رمضان گوہر کے مطابق:

''یہ تحریک بہتر دنیا کی تلاش کی ممکناتی صورت تھی۔ روشن خیالی ذہن کی کشادگی اور بہتری گردانی گئی۔ توہم پرستی اور جہالت سے چھٹکارا روشن خیالی کی لازمی خصوصیات تھیں۔،،(۲)

روشن خیالی کی تحریک کا آغاز دراصل کلیسا کے خلاف ردعمل تھا۔ گویا یورپی نشاۃ ثانیہ کے نتیجے میں ہی (Enlightenment) نے بھی جنم لیا۔ اہل کلیسا نے عیسوی تعلیمات کی روح سے انحراف کرتے ہوئے شخصی آزادیوں کے خلاف بہت سی بے جا پابندیاں لگا رکھی تھیں جن سے عوام الناس کا جینا حرام ہو چکا تھا۔ بالآخر صدیوں سے پکتا ہوا لاوا پھٹ پڑا اور ردعمل ظاہر ہوا۔ روشن خیالی تحریک نے اول اول تو قانون کی بالادستی اور حقوقِ انسانی کا شعور اجاگر کیا لیکن رفتہ رفتہ مذہب بیزار تحریک میں تبدیل ہوگئی اور مادیت پرستی کے رجحان کو فروغ حاصل ہونے لگا۔

روشن خیالی کی تحریک بظاہر اچھے مقاصد کے تحت شروع ہوئی تھی مگر وقت کے ساتھ ساتھ یہ بے قید فکری رجحان میں بدل گئی اور اس کے نتیجے میں فکری وذہنی آوارگی عام ہوگئی۔ اور مذہب کی طرف سے عائد کردہ حدود وقیود سے تجاوز کی صورتِ حال نے روشن خیالی کے مغربی تصور کی حقیقت بے نقاب کر دی۔ بقول ڈاکٹر خالد علوی:

''روشن خیالی کے مغربی تصور نے سب سے پہلے اخلاقی اور معاشرتی قدروں کو نشانہ

بنایا۔عورت کی خاندانی ذمہ داریوں کو کمتر اور بوجھ قرار دے کر اسے مارکیٹ میں لایا گیا۔اس طرح وہ دوسرے افرادِ معاشرہ کے ساتھ مسابقت کی دوڑ میں شامل ہوگئی۔ دین کا دفاع اخلاقی اور معاشرتی بنیادوں پر ہوتا ہے۔ایک دینی انسان ان دیکھے خدا کی قدرت کے پیش نظر بعض معاشرتی رویوں اور اخلاقی قدروں کا لحاظ کرتا ہے۔ایک مرتبہ خدائی حوالہ ختم ہو جائے تو پھر خواہشات و مفادات کے تحت رویوں اور رجحانات کی تشکیل ہوتی ہے۔مغرب کی اخلاقی قدروں کی مصروفیت نے آزاد رویوں کو پروان چڑھایا۔آزاد جنسی تعلق، ہم جنس پرستی، والدین کی نافرمانی اور جرائم کی افزائش نے ان معاشروں کو بے سکونی کا جہنم کدہ بنا دیا۔"(۳)

ڈاکٹر خالد مسعود لکھتے ہیں:

"روشن خیالی اور دین بیزاری لازم و ملزوم نہیں لیکن جب دینی قیادت اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے انتہا پسندی کی روش اپناتی ہے اور عصری تقاضوں کو نظر انداز کر کے روایت پسندی میں عافیت تلاش کرتی ہے تو دین سے بیزاری کی راہیں کھلتی ہیں۔یورپی روشن خیالی میں دین سے بیزاری سرایت کرنے کی وجوہات بھی کچھ ایسی ہی تھیں"(۴)

Universal Encyclopaedia میں روشن خیالی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"The Enlightenment is a name given by historians to an intellectual movement that was predominent in the Western world during the 18th century, strongly influenced by the rise of modern science that followed the reformation. The thinkers of Enlightenment were committed to secular views based on reason or human understanding only. Which they hoped would provide a basis for beneficial changes affecting every area of life and thought."(5)

ترجمہ: (روشن خیالی مؤرخین کا عقلی تحریک کو دیا گیا نام ہے جس نے مغربی دنیا میں ۱۸ ویں صدی کے دوران ظہور کیا جو جدید سائنس کے غلبے سے شدید متاثر تھی۔روشن خیالی کے مفکرین سیکولر نظریات کے حامل تھے جن کی بنیاد صرف عقل یا انسانی سوجھ بوجھ تھی۔وہ امید رکھتے تھے کہ وہ زندگی اور فکر کے ہر شعبے پر مرتب ہونے والی مثبت اور مفید تبدیلیوں کو بنیاد فراہم کر دیں گے)

مغربی روشن خیالی کے اہداف

روشن خیالی فی نفسہٖ منفی تصوّر نہیں بلکہ انسانی حوالے سے بنیادی اہمیت کا حامل عنوان ہے۔اس سے مراد اگر فکری جلا ہو تو یہ فطرت کا تقاضا ہے۔اِسی لیے دینِ فطرت میں انسان کو دعوتِ فکر دی گئی ہے اور ذہنی و فکری صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی تاکید کی گئی ہے تاکہ یہ کائنات اور نظام کائنات کو اس کے

صحیح تر تناظر میں دیکھنے اور سمجھنے کے قابل ہو سکے۔ مگر مغرب کا پیش کردہ روشن خیالی کا تصور اس سے بہت ہٹ کر ہے جو اپنے اندر بہت سے تحفظات لیے ہوئے ہے۔ روشن خیالی کے مغربی تصور کے گزشتہ تجزیے سے اِس کے درج ذیل اہداف سامنے آتے ہیں۔

۱۔ عقلیت رعقل پرستی

۲۔ مادیت کا فروغ

۳۔ اخلاقی و جنسی بے راہ روی

۱۔ مغربی روشن خیالی اور عقلیت

مغرب کی نشاۃ ثانیہ جس کا آغاز چرچ کے خلاف احتجاج سے ہوا تھا، رفتہ رفتہ مذہب بیزاری کی تحریک میں تبدیل ہوتی چلی گئی جسے لبرل ازم یا آزاد خیالی کا نام بھی دیا جاتا ہے جو مغربی تصور روشن خیالی کی بنیاد ہے۔ دونوں تصورات کا باہم گہرا ربط و تعلق ہے۔ لبرل ازم سے فکر و خیال کی لامحدود آزادی مراد ہے جبکہ مغربی روشن خیالی کا فلسفہ بھی اِس کے قریب تر ہے جس کا اولین ہدف عقلیت (Rationalism) کا فروغ ہے، یعنی ہر بات کو انسانی عقل پر پرکھنا اور جو بات عقل میں نہ آئے اُس کا سرے سے انکار کر دینا۔ اِس کے نتیجے میں عقلی استدلال حد سے تجاوز پر منتج ہوا اور مافوق الفطرت (Supernatural) حقائق سے انکار کا رجحان پیدا ہوا۔

ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم لکھتے ہیں:

> ''غیب کی منکر دانش حاضر انسان کے لیے عذاب بن گئی۔ محسوسات کے ادراک کے لیے آنکھیں روشن ہوتی گئیں لیکن درِ انسانی سے نمناک نہ ہوئیں۔ اس تہذیب کی تجلی نے آنکھوں کو خیرہ اور دلوں کو اندھا کر دیا۔ بجلی کے چراغوں کی روشنی کو نورِ حیات سمجھ لیا گیا۔ غیب اور غیر مرئی عالم کا منکر ہونے کی وجہ سے فرنگ اس کوشش میں پڑ گیا کہ اِسی دنیا کو جنت بنایا جائے۔''(۶)

عقلیت پرستی پر مبنی فکر انسان میں منفی رجحان اور رویے کو جنم دیتی ہے اور وہ خوگرِ پیکرِ محسوس ہو کر رہ جاتا ہے یعنی وہ صرف اِس بات کا قائل ہوتا ہے جسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے یا جو اس کے حواس کی گرفت میں آ سکے۔ بقول اقبال:

ؔ خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر
مانتا پھر کوئی اَن دیکھے خدا کو کیونکر!(۷)

گویا انسانی عقل و فکر اگر صرف محسوس اور مرئی بات پر منتج ہوتی ہے تو یہ کوئی Scientific بات نہیں جسے تسلیم کیا جائے۔ انسائیکلوپیڈیا آف سیرۃ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ:

> "Unfortunately, western culture borrowed the tools of nature by gaining power over the forces of nature but

failed to cross material boundries and recognize what was beyond matter? How ungrateful are they to the creator and the Lord of the Universe that have gained power for their benefit from the materical kingdom of God without recognizing the authority and ownership of its Rightful owner."(8)

ترجمہ: (بدقسمتی سے مغربی کلچر نے فطرت کی قوتوں پر اختیار حاصل کرنے کے سہارے تو مستعارے لیے مگر مادی حدبندیوں سے آگے جانے اور اس بات کو جاننے میں ناکام رہا کہ مادے کے پیچھے اصل طاقت کیا ہے؟ وہ لوگ کائنات کے خالق و مالک کے کس قدر ناشکرے ہیں کہ انہوں نے کائنات کے سچے مالک کی اتھارٹی اور ملکیت کو پہچانے بغیر اپنے مفاد کی خاطر اس کی مادی بادشاہت سے تعارف حاصل کیا)

فکر وفہم کا حقیقی تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی داخلی اور خارجی کائنات کو اِس کے درست تناظر میں دیکھے اور اس کے ادراک کی رسائی اصل حقیقت تک ہو جائے۔ مگر روشن خیالی کے مغربی تصور میں عقل کو جس انداز سے پیش کیا گیا ہے وہ انتہائی فرسودہ اور ناقص ہے۔ عقل کے ساتھ انسان کا اعلیٰ مقام وابستہ ہے مگر عقل پرستی اسے اس مقام سے گرا دیتی ہے۔

عبدالحمید صدیقی نے اپنی تصنیف ''انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام'' میں مغربی تہذیب اور فکر وفلسفہ کی حقیقت کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''یونانی تہذیب مغربی ذہنیت کا سب سے پہلا اور واضح نمونہ تھی۔ یہ وہ پہلا تمدن تھا جو خالص حسی فلسفۂ حیات کی بنیاد پر قائم ہوا۔''(۹)

گویا مغربی تصور روشن خیالی کی بنیاد اصل میں قدیم یونانی فلسفہ ہے جو محسوسات تک محدود تھا اور مابعدالطبیعات اس کے موضوعات بحث سے خارج تھا۔

۲۔ مادیت کا فروغ

مغربی روشن خیالی کا تصور جو عقلیت پر مبنی ہے اس میں زندگی کے صرف مادی پہلو کو ہی پیش نظر رکھا گیا ہے اور مادیت کے فروغ پر توجہ مرکوز کی گئی ہے جس کے نتیجہ میں مادی لذتیت مغربی روشن خیالی کا طرۂ امتیاز بن کر سامنے آتی ہے۔ مغرب کے فلسفی مفکرین نے اس رجحان کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر خالد علوی نے اس سلسلے میں تجزیہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ:

''سترھویں صدی سے بیسویں صدی تک مغرب میں جو فلسفی پیدا ہوئے انہوں نے مابعدالطبیعی احساس کے انکار، عقل اور انسانی جبلتوں کی ثنویت کے استحکام پر بھرپور کام کیا۔ ڈیکارٹ سے لے کر رسل تک، ہیگل سے لے کر مارکس تک، ڈارون سے لے کر فرائیڈ تک، نیوٹن سے لے کر آئن سٹائن تک، ہر ایک نے جدید تہذیب کی لادینیت اور

مادیت کو مستحکم کیا۔‘‘(۱۰)

ڈاکٹر عبدالحمید احمد ابوسلیمان جو عالم اسلام کے ایک مایہ ناز ماہر تعلیم اور محقق ہیں اور جن کی علوم ِ سیاسیہ اور بین الاقوامی تعلقات پر گہری نظر ہے، اپنی کتاب ’’فکرِ اسلامی کا بحران‘‘ کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ:

’’چنانچہ مغربی تہذیب نے عقل کو مرجع قرار دے کر مادے کو اپنا ہدف بنایا اور کلیساؤں کو جامد رسوم وروایات کی ادائیگی کے لیے چھوڑ دیا جو اجتماعی زندگی کی راہنمائی سے بالکل دور رہا۔ چنانچہ مغربی تہذیب کی گاڑی عقل کی عطا کردہ قوتِ نظر کے سہارے چل پڑی اور اخلاقی و روحانی طاقت کو کلیسا کی چاردیواری کے اندر ٹھٹھرنے کے لیے چھوڑ دیا۔۔اب وجود محض مادی ہوکر رہ گیا اور انسان کو اس کے نفس اور اس کے انجام کے حوالے کردیا گیا اور مذاہب کا انکار کر کے کفر والحاد کا اعلان کر دیا گیا۔ اور مارکس کے پروگرام اور اس کی اصلاحی فکر میں انسان کی راہنمائی کے لیے روحانیت یا وحی کے لیے اور زندگی کی اخلاقی وروحانی عنایت کے لیے کوئی گنجائش نہ رہی۔‘‘(۱۱)

۳۔اخلاقی اور جنسی بحران

مادہ پرستانہ فکر زندگی کے مقصد کو صرف اور صرف مادی فوائد ولذات تک محدود کر دیتی ہے۔ مغربی فکر وفلسفہ اور اس کے نتیجے میں جنم لینے والا روشن خیالی کا تصور اس کی واضح عکاسی کرتا ہے۔ مادی مفادات کے حصول کے لیے کسی اخلاقی ضابطے کو ضروری نہ سمجھنا بھی اس فکر کا المیہ ہے۔ اِس کے تحت مغرب میں مردوزن کے کھلے عام اختلاط کے رجحان کو فروغ ملا اور اس معاملے میں ہر اخلاقی قاعدے اور ضابطے کو پس پشت ڈال دیا گیا جس سے معاشرہ شدید اخلاقی بے راہ روی، جنسی آوارگی اور بحران کی لپیٹ میں آ گیا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

’’مغربی تمدن کے پیش نظر جو مقصد ہے اس کا طبعی اقتضا یہ ہے کہ دونوں صنفوں کے درمیان وہ تمام حجابات اٹھا دیے جائیں اور ایک دوسرے کے حسن اور صنفی کمالات سے لطف اندوز ہونے کے غیر محدود مواقع بہم پہنچائے جائیں۔‘‘(۱۲)

مغربی نکتہ نظر کے مطابق مردوں اور عورتوں کے آزادانہ اور کھلم کھلا میل جول کو ترقی اور روشن خیالی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کے منفی اثرات کو یکسر نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ اس آزادانہ اختلاط کو فروغ دینے کے لیے فلم انڈسٹری قائم ہوئی جس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس سے روپیہ پیسہ اور اخلاق دونوں کا نقصان ہوا۔ فلم انڈسٹری نے معاشرے میں جنسی آوارگی کو تیز تر کر دیا۔

منشی عبدالرحمٰن خان نے اپنی کتاب ’’دورجدید کے عالمگیر فتنے‘‘ میں فلم انڈسٹری کو مہلک ترین صنعت قرار دیا ہے:

’’دورِ جدید کی صنعتوں میں جو صنعت مشینی، جراثیمی اور ایٹمی اسلحہ سے بھی زیادہ مہلک

ثابت ہوئی اور وبائی صورت اختیار کر رہی ہے فلم سازی کی صنعت ہے۔''(۱۳)

مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں:

''خاص طور پر غیر ملکی فلموں میں جو ہیجان انگیزی اور ہوس پرستی کے مناظر دکھائے جاتے ہیں وہ نوجوان نسل کے لیے سم قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔''(۱۴)

مغربی روشن خیالی نے سب سے زیادہ انسانی اخلاق و کردار پر منفی اثرات مرتب کیے ہیں اور اس ہدف کے تحت صنف نازک کا سب سے زیادہ استیصال کیا گیا ہے۔ یہ رجحان اس قدر عام ہے کہ لوگ فحاشی و عریانی کو برائی نہیں سمجھتے۔ غالباً کسی بھی معاشرے کے لیے یہ بات سب سے زیادہ تشویشناک ہے کہ وہ اچھائی اور برائی کی تمیز کھودے۔

روشن خیالی کے بارے میں اسلامی نکتۂ نظر

دین اسلام ایک مکمل اور ہمہ گیر دین ہے۔ اس کی جامع تعلیمات ہر دور کے لیے راہِ ہدایت اور مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسلام کی راہ، اعتدال کی راہ ہے۔ اسلام کی تعلیمات میں حقیقی روشن خیالی اور وسعتِ نظری کا فلسفہ مضمر ہے جس کی رو سے روشن خیالی کا مطلب ہے، تعصب، تنگ نظری اور غیر فطری و غیر حقیقی اور منفی رجحانات اور رویوں سے بالاتر ہونا۔

روشنی یہ ہے کہ انسان کو راستہ نظر آئے اور وہ چیزوں کو دیکھ سکے۔ اُسے نظر آئے کہ ہموار راستہ کون سا ہے جس پر وہ چل سکے۔ ایسی روشنی جو آنکھوں کو خراب کر دے اور انسان دیکھنے کے قابل ہی نہ رہے روشنی نہیں آگ ہوتی ہے جو ہر شے کو بھسم کر دیتی ہے۔

روشن خیالی اصل میں اِنسان کے اندر کی روشنی ہے، دیدۂ دل یعنی بصیرت جو کہ جوہرِ انسانیت ہے، جس سے انسانی فہم و شعور کو جلا ملتی ہے اور وہ حقیقتِ اشیاء کو سمجھنے کے قابل ہوتا ہے اور کائنات کی تخلیق اور نظامِ کائنات میں کارفرما حقیقی دستِ قدرت کا عرفان حاصل کرتا ہے۔ یہی روشنی حقیقت میں روشن خیالی ہے جو روشن خیالی کے مغربی تصور سے یکسر مختلف اور اس کے مقابلے میں انتہائی جامع ہے۔ فکر و خیال کی یہ روشنی خالق کائنات کی طرف سے عطا کردہ ہے۔ یعنی اس کا منبع الہامی سرچشمۂ ہدایت ہے جو مختلف مراحل میں سے گزر کر بعثتِ محمدی ﷺ کی شکل میں ہمیشہ کے لیے جاری ہوگیا۔ اس کا اول و آخر حوالہ قرآن ہے جو حقیقی روشنی، روشن خیالی اور بصیرت کا منبع ہے۔

فرمایا گیا:

۲۔ ''قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ''(۱۵)

ترجمہ: (تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آ چکی ہے)

نور، اللہ کا اسم صفت بھی ہے جو اس کی طرف سے سلسلۂ ہدایت پر بھی صادق آتا ہے۔ ظاہر و

باطن کے اندھیرے صرف اسی نور سے منور ہو سکتے ہیں۔ گمراہی کا واحد علاج صرف یہی روشنی ہے۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ قرآن روشن کتاب ہدایت ہے جو بھٹکتے انسانوں کو کفر کے اندھیروں سے ایمان کی روشن وادی میں لایا ہے۔

یہ اللہ کی لازوال قدرت اور عالم انسانیت پر اُس کا عظیم تر احسان ہے کہ اُس نے ہدایت کی روشنی نازل فرمائی اور جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتی ہوئی نسل انسانی کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور فلاح کی راہ روشن ہوگئی۔

۱۔''اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ط اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ''(۱۶)

ترجمہ: (اللہ خود ایمان والوں کا کارساز ہے جو ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ اور کافروں کے دوست شیاطین ہیں جو ان کو روشنی سے اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ دوزخی ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے)

مذاہب کی تاریخ میں اللہ کے دین (اسلام) کی تاریخ قدیم ترین ہے اور یہی دین قیامت تک کے لیے ہے۔ اس کی وساطت سے یعنی انبیائے کرام کے ذریعے ہر دور میں نور ہدایت نازل کیا جاتا رہا۔ تورات کے بارے میں قرآن گواہی دیتا ہے کہ:

۳۔''اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا ''(۱۷)

ترجمہ: (بے شک ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے جس کے ذریعے نبی اور ماننے والے فیصلے کرتے تھے۔)

حقیقت پسندی پر مبنی بات تو یہ ہے کہ حقیقی روشن خیالی کا علمبردار اسلام ہے۔ اس سے فیض یاب ہو کر ہر دور کے انسان نے اپنے قلب و نظر کو منور کیا ہے اور معاشرے کی اعلیٰ قدروں کو فروغ ملا ہے۔ اس کے مقابلے میں یورپ کی روشن خیالی کا تصور ایک تو بہت بعد کی بات ہے اور دوسرے اُس میں انسان اور معاشرے کے باہمی تعلق کو اس انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ اس سے انسانی اوصاف منفی سمت میں پروان چڑھتے ہیں۔

ڈاکٹر خالد مسعود لکھتے ہیں:

''یورپ سے صدیوں پہلے روشن خیالی کی ابتدا اسلام کی دعوت سے ہوگئی تھی اور تمام انبیاءِ کرامؑ نے روشنی کی راہ بتلائی اور یہی سلسلہ آنحضرت ﷺ تک چلا اور دین مکمل ہو گیا اور روشن خیالی بھی مکمل ہوگئی۔ آپ ﷺ نے جاہلیت کے خاتمے کا اعلان کیا اور آپ ﷺ کی سیرت نے انسان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی راہ دکھائی۔ نور (روشنی) اللہ کا نام بھی ہے، نبی ﷺ کی صفت بھی اور صحفِ سماوی کی صفت بھی ہے۔''(۱۸)

دینِ فطرت نے نسل انسانی کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر زندگی کا صحیح راستہ دکھایا۔ تاریخ کے بغور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے معاشرے کے پسے ہوئے طبقات کو معاشرتی اُونچ نیچ سے نجات دلائی اور وحدتِ نسلِ انسانی کا وسیع تر تصور پیش کیا جو اسلامی روشن خیالی کا آئینہ دار ہے۔

یہ اسلامی روشن خیالی ہے کہ خواتین کو معاشرے کا باوقار فرد قرار دے کر معاشرے میں پائی جانے والی گھٹن اور تنگ نظری کو ختم کیا۔ عبادات کے ثواب سے لے کر محنت کے اجر تک مرد و زن کو برابری کی سطح پہ لایا گیا جس کی حقیقی روح سے مغرب کوسوں دور ہے۔

''وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ''(۱۹)

ترجمہ: (اور جو کوئی نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت اور ایمان والا ہوگا تو یہی لوگ ہیں جن کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور بے حساب رزق دیا جائے گا)

اس کے علاوہ اسلام میں خواتین کو حق ملکیت، حق وراثت اور حقِ اظہار رائے کے ساتھ ساتھ شادی کے لیے رضامندی کے اظہار کا بھی پورا اختیار ہے۔ گویا مغرب کے اندر جو یہ زعم ہے کہ روشن خیالی نسوانی آزادی سے ظاہر ہوتی ہے غلط ہے۔ اسلام نے بے لگام نسوانی آزادی کی بجائے حقوقِ نسواں عطا کیے۔ قرآن میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔

''لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ''(۲۰)

ترجمہ: (مردوں کے لیے ان کی کمائی کی حصہ اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی کا حصہ ہے)

اسلام نے معاشرے میں عورت کی عزت اور اس کے سماجی، معاشی، قانونی، عائلی اور اخلاقی حقوق کا تعین و تحفظ کر کے انسانی معاشرے کو نئی زندگی بخشی ہے۔

سید مودودی لکھتے ہیں:

'' مرد اور عورت اپنے نقطۂ آغاز، اپنی جائے قرار اور اپنے انجام کے لحاظ سے ایک دوسرے کے ہم پلہ ہیں اور یکساں اور مساوی حقوق کے حقدار ہیں۔ اسلام نے عورت کی ذات کو محترم قرار دیا اور عورت کو مردوں کی طرح جان، آبرو اور مال و جائداد کے حقوق دیے۔ اِسی لیے موجودہ قوانین میں عورت اور مرد دونوں مساوی ہیں۔''(۲۱)

قدیم زمانے کی ترقی یافتہ اقوام میں غلامی کا رجحان تھا۔ غلاموں کی خرید و فروخت ہوتی تھی جن کے کوئی انسانی حقوق تسلیم نہیں کیے جاتے تھے، بلکہ ان کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک روا رکھا جاتا تھا۔

یہ بھی اسلامی روشن خیالی ہی کا مظہر ہے کہ معاشرے کے اس مظلوم طبقے کے حقوق اور مقام کو بحال کرنے میں اسلام نے نہایت اہم کردار ادا کیا اور سب سے پہلے ان کے ساتھ انسانی سلوک اختیار کرنے کی تعلیم دی۔ اس کے ساتھ ساتھ غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب کے نتیجہ میں کئی مالدار صحابہؓ نے

غلام خرید خرید کر آزاد کیے۔ جس سے تحفظ اور احترام کے احساس کے تحت غلامی کے ذلت آمیز رجحان میں بتدریج کمی آتی گئی۔ مغرب کو اس بات کا اعتراف بھی ہے مگر وہ پھر بھی غلامی کے بارے میں اسلام کی حکمت عملی کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ:

"Muhammad found slavery well established in Arabia when he began to preach the new religion in the first years of 7th century. His attitude towards it as revealed in the Quran was similar to that of the christian churches. He did not condemn slavery but taught that slaves should be treated with humanity and that the liberation of a slave was a pious and meritorious act."(22)

ترجمہ: (محمد ﷺ نے ساتویں صدی عیسوی کے اولین برسوں میں جب ایک نئے مذہب کی تبلیغ شروع کی تو آپ ﷺ نے عرب کے اندر غلامی کو بہت مضبوط شکل میں پایا۔ غلامی کے بارے میں قرآنی وحی کے مطابق آپ کا رویہ عیسائیت جیسا تھا۔ آپ نے غلامی کی مذمت نہ کی بلکہ یہ تعلیم دی کہ غلاموں کے ساتھ انسانوں جیسا سلوک کیا جائے اور یہ کہ غلام آزاد کرنا ایک نیک اور قابل ثواب عمل ہے۔)

یہ مغرب کی کج فہمی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے غلامی کے انسداد کے لیے جو کچھ کیا وہ اس سے پہلے کسی نے نہ کیا تھا۔ اسلام ہی کی بدولت غلاموں کو پہلی مرتبہ انسانی حقوق ملے اور ان کو بھی انسان سمجھا جانے لگا ورنہ یہ طبقہ تو بکاؤ مال بن کر رہ گیا تھا۔

اسلامی روشن خیالی کے حوالے سے اول و آخر بات انسانی حقوق کی بحالی اور ان کا احترام ہے۔ اسلام میں بنیادی حقوق کا تصور اتنا قدیم ہے جتنا کہ انسان کا وجود۔ خالقِ حقیقی نے جس طرح اس کی طبعی زندگی کے لیے ہر طرح کے اسباب مہیا کیے اُسی طرح معاشرتی ضابطہ بھی آغازِ زندگی کے ساتھ ہی عطا کر دیا تھا۔ قرآن اس حقیقت کی شہادت دیتا ہے۔

آج یورپ کا دعویٰ ہے کہ بنیادی انسانی حقوق کے سلسلے میں اس نے اپنی جدوجہد اور کاوش سے چند صدیاں قبل جو کامیابی حاصل کی ہے اس سے پوری دنیا فیض یاب ہو رہی ہے۔ لیکن قرآن جو حقیقت ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آج جہاں کہیں بھی ان حقوق کی بازگشت سنائی دیتی ہے اس میں اصل کردار الہامی تعلیمات کا ہے۔

قانونی لحاظ سے اسلام میں بنیادی حقوق کا تصور یہ ہے کہ عام شہری اور ریاست کے حکمران میں کوئی فرق نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ شہری کے حقوق حکمران کے مقرر کردہ ہیں اور نہ حکمران کے

اختیارات شہری کے مقرر کردہ، بلکہ دونوں کے حقوق واختیارات کی حدود شریعت (قرآن وسنت) کی مقرر کردہ ہیں۔ یہ بھی اسلام کی وسعت نظری اور روشن خیالی ہے۔

الغرض دین فطرت میں روشن خیالی کا تصور انتہائی مثبت اور انسانی عظمت کا ترجمان ہے۔اس تصور کی رو سے انسان کی فطری صلاحیتوں کو جِلا بھی ملتی ہے اور صحیح سمت میں ان کی ترتیب وتشکیل بھی ہوتی ہے۔اسلام نے انسان کو زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق زندہ رہنے کے لیے اس پر علم وتحقیق کے دروازے ہمیشہ کے لیے کھول دیے جو دوسروں نے بند کرر کھے تھے۔سوچنے کی بات ہے کہ آج کا روشن خیال مغرب اپنی نشاۃِ ثانیہ کے لیے اسلام کی روشن فکری وعلمی تحریک کا مرہونِ منت ہے۔

حوالہ جات

1. Encyclopaedia of Britannica, The University of Chicago, 6/887

۲۔ ایم رمضان گوہر، یورپ میں روشن خیالی کا ارتقاء اور حقیقت، سنڈے میگزین نوائے وقت، لاہور: ۱۸ مئی ۲۰۰۸، ص: ۷

۳۔ خالد علوی ڈاکٹر، سیکولرازم اور اسلام، روزنامہ نوائے وقت، ۵ جنوری ۲۰۰۷ء ص ۷

۴۔ محمد خالد مسعود، ڈاکٹر، سیرتِ طیبہ کی روشنی میں اعتدال پسند معاشرہ کی تشکیل، مضمون روزنامہ خبریں، ۲۷ اپریل ۲۰۰۵ء

5. Lexicon Universal Encyclopaedia, New York: Lexicon Publications 1923.7/2006

۶۔ عبدالحکیم، خلیفہ، ڈاکٹر، فکرِ اقبال، بزمِ اقبال، لاہور: ۱۹۸۸ء، ص ۲۱۳

۷۔ محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال اردو، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور: جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۱۶۴

8. Afzal ur Rahman, Muhammad, Encylopaedia of Seerah, London: The Muslims School Trust, 1981, 1/257

۹۔ صدیقی، عبدالحمید، انسانیت کی تعمیرِ نو اور اسلام، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور: ۱۹۷۶ء، ص ۱۶

۱۰۔ خالد علوی، ڈاکٹر، تعلیم اور جدید تہذیبی چیلنج، ماہنامہ افکارِ معلم، لاہور: اگست ۲۰۰۴ء، ص ۳۷

۱۱۔ احمد ابوسلیمان، عبدالحمید، ڈاکٹر، فکرِ اسلامی کا بحران، مترجم ڈاکٹر عبیداللہ فہد ادارہ معارفِ اسلامی، لاہور: اشاعت اوّل اکتوبر ۲۰۰۱ء ص ۲۳

۱۲۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، پردہ، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور: ۱۹۸۶ء، ص ۴۵

۱۳۔ خان، عبدالرحمٰن، منشی، دورِ جدید کے عالمگیر فتنے، جاوید اکیڈمی، ملتان: ص ۱۱۴

۱۴۔ عثمانی، محمد تقی، مولانا، عصرِ حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو؟، مکتبہ دارالعلوم، کراچی: طبع اوّل، ۱۳۹۷ء، ص ۴۱۲

۱۵۔ المائدہ (۶) ۱۵

۱۶۔ البقرہ (۲) ۲۶۱

۱۷۔ المائدہ (۵) ۴۴

۱۸۔ محمد خالد مسعود، ڈاکٹر، مضمون بعنوان: سیرتِ طیبہ کی روشنی میں اعتدال پسند معاشرہ کی تشکیل،

۱۹۔ المومن (۴۰) ۴۰

۲۰۔ النساء (۴) ۳۱

۲۱۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، پردہ، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور: ص ۱۲۶

22. Encyclopaedia Britannica, 16/858